

تفہیم القرآن

الغاشیہ

نام | پہلی ہی آیت کے لفظ الغاشیہ کو اس سورہ کا نام قرار دیا گیا ہے۔
 زمانہ نزول | سورۃ کا پورا مضمون اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ بھی ابتدائی زمانہ کی نازل شدہ
 سورتوں میں سے ہے، مگر یہ وہ زمانہ تھا جب حضور تبلیغ عام شروع کر چکے تھے اور مکہ کے لوگ
 بالعموم اُسے سن سن کر نظر انداز کیے جا رہے تھے۔

موضوع اور مضمون | اس کے موضوع کو سمجھنے کے لیے یہ بات نگاہ میں رہنی چاہیے کہ ابتدائی زمانہ
 میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ زیادہ تردد و ہی باتیں لوگوں کے ذہن نشین کرنے پر مرکوز
 تھی۔ ایک توحید، دوسرے آخرت۔ اور اہل مکہ ان دونوں باتوں کو قبول کرنے سے انکار
 کر رہے تھے۔ اس پس منظر کو سمجھ لینے کے بعد اب اس سورہ کے مضمون اور انداز بیان پر
 غور کیجیے۔

اس میں سب سے پہلے غفلت میں پڑے ہوتے لوگوں کو چوکھانے کے لیے اچانک اُن
 کے سامنے یہ سوال پیش کیا گیا ہے کہ تمہیں اس وقت کی بھی کچھ خبر ہے جب سارے عالم پر چھا
 جانے والی ایک آنت نازل ہوگی؟ اس کے بعد فوراً ہی یہ تفصیل بیان کرنی شروع کر دی گئی
 ہے کہ اُس وقت سارے انسان دو مختلف گروہوں میں تقسیم ہو کر دو مختلف انجام دیکھیں گے۔
 ایک وہ جو جہنم میں جائیں گے اور انہیں ایسے اور ایسے سخت عذاب پھیلنے ہونگے۔ دوسرے
 وہ جو عالی مقام جنت میں جائیں گے اور ان کو ایسی اور ایسی نعمتیں پیش ہونگی۔

اس طرح لوگوں کو چوکھانے کے بعد کلکت مضمون تبدیل ہوتا ہے اور سوال کیا جاتا ہے
 کہ کیا یہ لوگ جو قرآن کی تعلیم توحید اور خبرِ آخرت کو سن کر ناک بھوں چڑھا رہے ہیں، اپنے

سامنے کی ان چیزوں کو نہیں دیکھتے جن سے ہر وقت انہیں سابقہ پیش آتا ہے؛ عرب کے صحرا میں جن اونٹوں پر ان کی ساری زندگی کا انحصار ہے، کبھی یہ لوگ غور نہیں کرتے کہ یہ کیسے ٹھیک انہی خصوصیات کے مطابق بن گئے جیسی خصوصیات کے جانور کی ضرورت ان کی صحرائی زندگی کے لیے تھی؛ اپنے سفروں میں جب یہ چلتے ہیں تو انہیں یا آسمان نظر آتا ہے، یا پہاڑ، یا زمین۔ انہی تین چیزوں پر یہ غور کریں۔ اوپر یہ آسمان کیسے چھا گیا؛ سامنے یہ پہاڑ کیسے کھڑے ہو گئے؛ نیچے یہ زمین کیسے کچھ گئی؛ کیا یہ سب کچھ کسی قادرِ مطلق صانعِ حکیم کی کاریگری کے بغیر ہو گیا ہے؛ اگر یہ مانتے ہیں کہ ایک خالق نے بڑی حکمت اور بڑی قدرت کے ساتھ ان چیزوں کو بنایا ہے، اور کوئی دوسرا ان کی تخلیق میں شریک نہیں ہے، تو اسی کو اکیلا رب ماننے سے انہیں کیوں انکار ہے؛ اور اگر یہ مانتے ہیں کہ وہ خدا یہ سب کچھ پیدا کرنے پر قادر تھا، تو آخر کس معقول دلیل سے انہیں یہ ماننے میں تامل ہے کہ وہی خدا قیامت لاپر بھی قادر ہے؛ انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے؛ جنت اور دوزخ بنانے پر بھی قادر ہے؛

قادر ہے؛

اس مختصر اور نہایت معقول استدلال سے بات سمجھانے کے بعد کفار کی طرف سے رنج پھیر کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا جاتا ہے اور آپ سے ارشاد ہوتا ہے کہ یہ لوگ نہیں مانتے تو نہ مانیں، تم ان پر جبار بنا کر تو مسلط کیے نہیں گئے ہو کہ زبردستی ان سے منوا کر ہی چھوڑو۔ تمہارا کام نصیحت کرنا ہے، سو تم نصیحت کیے جاؤ۔ آخر کار انہیں آنا ہمارے ہی پاس ہے۔ اُس وقت ہم ان سے پورا پورا حساب لے لیں گے اور نہ ماننے والوں کو بھاری سزا دیں گے۔

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے
 کیا تمہیں اُس چھا جانے والی آفت کی خیر پہنچی ہے؟ کچھ پہرے اُس روز خوف زدہ ہونگے
 سخت مشقت کر رہے ہونگے، تھکے جاتے ہونگے، شدید آگ میں ٹھہس رہے ہونگے، کھولتے ہوتے
 چشمے کا پانی انہیں پینے کو دیا جائے گا، خاردار سوکھی گھاس کے سوا کوئی کھانا ان کے لیے نہ ہوگا
 جو نہ موٹا کرے نہ بھوک مٹائے۔ کچھ پہرے اُس روز بارونق ہونگے، اپنی کارگزاری پر خوش ہونگے،

۱۔ مراد ہے قیامت، یعنی وہ آفت جو سارے جہان پر چھا جائے گی۔ اس مقام پر یہ بات ملحوظ خاطر
 رہے کہ یہاں بحیثیت مجموعی پورے عالمِ آخرت کا ذکر ہو رہا ہے جو نظامِ عالم کے درجہ برہم ہونے سے شروع ہو کر
 تمام انسانوں کے دوبارہ اٹھنے اور اللہ تعالیٰ کی عدالت سے جزا و سزا پانے تک تمام مراحل پر حاوی ہے۔
 ۲۔ چہروں کا نقطہ یہاں اشخاص کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ چونکہ انسان کے جسم کی نمایاں ترین چیز
 اُس کا چہرہ ہے جس سے اس کی شخصیت پہچانی جاتی ہے، اور انسان پر اچھی یا بُری جو کیفیات بھی گزرتی ہیں ان
 کا اظہار اس کے چہرے سے ہی ہوتا ہے، اس لیے ”کچھ لوگ“ کہنے کے بجائے ”کچھ چہرے“ کے الفاظ استعمال
 کیے گئے ہیں۔

۳۔ قرآن مجید میں کہیں فرمایا گیا ہے کہ جہنم کے لوگوں کو زقوم کھانے کے لیے دیا جائے گا، کہیں ارشاد
 ہوا ہے کہ ان کے لیے غنسلین دزنخوں کے دھوون کے سوا کوئی کھانا نہ ہوگا، اور یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ انہیں
 خاردار سوکھی گھاس کے سوا کچھ کھانے کو نہ ملے گا۔ ان بیانات میں درحقیقت کوئی تضاد نہیں ہے۔ ان کا مطلب یہ
 بھی ہو سکتا ہے کہ جہنم کے بہت سے درجے ہوں گے جن میں مختلف قسم کے مجرمین اپنے جرائم کے لحاظ سے ڈالے
 جائیں گے اور مختلف قسم کے عذاب ان کو دیئے جائیں گے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ زقوم کھانے سے بچنا
 چاہیں گے تو غنسلین ان کو ملے گا، اُس سے بھی بچنا چاہیں گے تو خاردار گھاس کے سوا کچھ نہ پائیں گے، غرض کوئی
 مرغوب غذا بہر حال انہیں نصیب نہ ہوگی۔

۴۔ یعنی دنیا میں جو سعی و عمل کر کے وہ آئے ہونگے اُس کے بہترین نتائجِ آخرت میں دیکھ کر خوش ہو جائیں گے
 انہیں اطمینان ہو جائے گا کہ دنیا میں ایمان اور صلاح و تقویٰ کی زندگی اختیار کر کے انہوں نے نفس اور اس کی
 خواہشات کی جو قربانیاں کیں، فرائض کو ادا کرنے میں جو تکلیفیں اٹھائیں، احکامِ الہی کی اطاعت میں جو

عالی مقام جننت میں ہونگے، کوئی بیہودہ بات وہاں وہ نہ سنیں گے، اُس میں چٹھے سرواں ہونگے اُس کے اندر اونچی مسندیں ہوں گی، ساغر رکھے ہوئے ہونگے، گاؤں کیوں کی قطاریں لگی ہوں گی اور نفیس فرش بچھے ہوئے ہوں گے۔

یہ لوگ نہیں ملتے، تو کیا یہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بنائے گئے؟ آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کیسے اٹھایا گیا؟ پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے جملے گئے؟ اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بچھائی گئی؟

زحمۃ برداشت کیں، معصیتوں سے بچنے کی کوشش میں جو نقصانات اٹھاتے اور جن فائدوں اور لذتوں سے اپنے آپ کو محروم کر لیا، یہ سب کچھ فی الواقع بڑے نفع کا سودا تھا۔

یہ وہی چیز ہے جس کو قرآن مجید میں جگہ جگہ جننت کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت کی حیثیت سے بیان کیا گیا ہے۔ - تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر القرآن، جلد سوم، مریم، حاشیہ ۳۸ - جلد پنجم، الطور، حاشیہ ۱۸ - الواقعہ، حاشیہ ۱۳ - جلد ششم، النباء، حاشیہ ۲۱

یعنی ساغر بھرے ہوئے ہر وقت اُن کے سامنے موجود ہونگے۔ اس کی حاجت ہی نہ ہوگی کہ وہ طلب کر کے انہیں منگوامیں۔

یہ یعنی اگر یہ لوگ آخرت کی یہ باتیں سن کر کہتے ہیں کہ آخر یہ سب کچھ کیسے ہو سکتا ہے تو کیا خود اپنے گرد و پیش کی دنیا پر نظر ڈال کر انہوں نے کبھی نہ دیکھا اور کبھی نہ سوچا کہ یہ اونٹ کیسے بن گئے؟ یہ آسمان کیسے بلند ہو گیا؟ یہ پہاڑ کیسے قائم ہو گئے؟ یہ زمین کیسے بچھ گئی؟ یہ ساری چیزیں اگر بن سکتی تھیں اور بنی ہوئی ان کے سامنے موجود ہیں تو قیامت کیوں نہیں آسکتی؟ آخرت میں ایک دوسری دنیا کیوں نہیں بن سکتی؟ ورنہ اور جننت کیوں نہیں ہو سکتیں؟ یہ تو ایک بے عقل اور بے فکر آدمی کا کام ہے کہ دنیا میں آنکھیں کھولتے ہی جن چیزوں کو اس نے موجود پایا ہے ان کے متعلق تو وہ یہ سمجھ لے کہ ان کا وجود میں آنا تو ممکن ہے کیونکہ یہ وجود میں آتی ہوئی ہیں، مگر جو چیزیں اس کے مشابہے اور تجربے میں ابھی نہیں آتی ہیں ان کے بارے میں وہ بے تکلف یہ فیصلہ کر دے کہ ان کا ہونا ممکن نہیں ہے۔ اُس کے دماغ میں اگر عقل ہے تو اسے سوچنا چاہیے کہ جو کچھ موجود ہے یہ آخر کیسے وجود میں آ گیا۔ یہ اونٹ ٹھیک اُن خصوصیات کے مطابق کیسے بن گئے جن خصوصیات کے جانور کی عرب کے صحرا میں رہنے والے انسانوں کو ضرورت تھی؟ یہ آسمان کیسے بن گیا جس کی فضا میں سانس لینے کے لیے ہوا بھری ہوئی ہے، جس کے بادل بارش لے کر آتے ہیں، جس کا سورج دن کو روشنی اور گرمی فراہم

اچھا تو د اے نبی نصیحت کیے جاؤ، تم بس نصیحت ہی کرنے والے ہو، کچھ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہو۔ البتہ جو شخص مُنہ موڑے گا اور انکار کرے گا تو اللہ اس کو بھاری سزا دے گا۔ ان لوگوں کو پلینا ہماری طرف ہی ہے، پھر ان کا حساب لینا ہمارے ہی ذمہ ہے۔

کہتا ہے، اور جس کے چاند اور تارے رات کو چمکتے ہیں؛ یہ زمین کیسے بچھ گئی جس پر انسان رہتا اور تباہ ہے جس کی پیداوار سے اُس کی تمام ضروریات پوری ہوتی ہیں، جس کے چشموں اور کندھوں پر اس کی زندگی کا انحصار ہے؟ یہ پہاڑ زمین کی سطح پر کیسے اُبھر آئے جو رنگ برنگ کی مٹی اور پتھر اور طرح طرح کی معدنیات لیے ہوتے جے کھڑے ہیں؟ کیا یہ سب کچھ کسی قادرِ مطلق صانعِ حکیم کی کاریگری کے بغیر ہو گیا ہے؟ کوئی سوچنے اور سمجھنے والا دماغ اس سوال کا جواب نفی میں نہیں دے سکتا۔ وہ اگر ہندی اور سبٹ دھرم نہیں ہے تو اسے ماننا پریگا کہ ان میں سے ہر چیز ناممکن تھی اگر کسی زبردست قدرت اور حکمت والے نے اسے ممکن نہ بنایا ہوتا۔ اور جب ایک قادر کی قدرت سے دنیا کی ان چیزوں کا بننا ممکن ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ جن چیزوں کے آئندہ وجود میں آنے کی خبر دی جا رہی ہے اُن کو بعد از امکان سمجھا جائے۔

۵۵ یعنی اگر معقول دلیل سے کوئی شخص بات نہیں مانتا تو نہ مانے۔ تمہارے سپرد یہ کام تو نہیں کیا گیا ہے کہ نہ ماننے والوں سے زبردستی منواؤ۔ تمہارا کام صرف یہ ہے کہ لوگوں کو صحیح اور غلط راہ پر چلنے کے انجام سے خبردار کر دو۔ سو یہ فرض تم انجام دیتے رہو۔